فہمِ قرآن کورس

سلسلہ 1 عَمَّ (پارہ 30)

معلم
فضیلۃ الشیخ ابونعمان بشیر احمد حفظہ اللہ

سبق 12

سُوْرَۃُ التِّیْنِ

تعارف

سورت کا تعارف

1. اس سورت کا نام پہلی آیت کے لفظ ''التِّیْنِ'' سے رکھا گیا ہے۔ یہ سورت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے اس لیے اسے ''مکی'' سورت کہا جاتا ہے۔
2. اس سورت میں ایک رکوع، 8 آیات، 34 کلمات، اور 165 حروف ہیں۔
3. قرآنی ترتیب میں اس سورت کا نمبر 95 اور نزول نمبر 28 ہے۔
4. **ربط:** گزشتہ ''سورۃ الم نشرح'' میں اللہ تعالی نے نوع انسان میں افضل ترین شخصیت سید الانبیاء محمد عربی ﷺ کی شان ومقام بیان فرمایا تھا تو اس سورت میں تمام مخلوق میں سے انسان کی شان ومقام بیان فرمایا ہے۔اور گزشتہ سورت میں تنگی کے بعد آسانی کے حاصل ہونے کا تذکرہ تھا تو اس میں ایمان وعمل کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد دائمی راحتوں کے حاصل ہونے کا ذکر ہے۔
5. **خلاصہ سورت:** اس سورت میں چار چیزوں کی قسم کھا کر اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو شکل وصورت، عقل وشعور اور ذہنی ارتقاء وبلندی کے اعتبار سے تمام مخلوق سے افضل پیدا کیا ہے۔بعض لوگ اِن انعامات الٰہی سے صحیح فائدہ اٹھا کر دنیا وآخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں اور بعض اِن صلاحیتوں کو مسخ کر کے اپنے آپ کو ذلیل وخوار کر لیتے ہیں۔ انسان جو اسلوب زندگی اختیار کرتا ہے تو حاکم کائنات اس طرح کا صلہ دے دیتا ہے۔

آیات کا لفظی وبا محاورہ ترجمہ

ایاتھا ٨ | ٩٥ سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ ٢٨ | رکوعھا ١ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

قسم ہے انجیر کی	اور زیتون کی	اور طور سیناء کی	اور اس پُرامن شہر (مکہ) کی	البتہ یقیناً	ہم نے پیدا کیا	انسان کو

قسم ہے انجیر کی ! اور زیتون کی ! اور طور سینین کی ! اور اس امن والے شہر کی ! بلاشبہ ہم نے انسان کو

فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بہترین شکل وصورت میں	پھر	ہم نے لوٹا (کے کر) دیا اس کو	سب سے پست تر پست ترین لوگوں سے بھی	مگر وہ لوگ جو	وہ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک

سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا ہے ۔پھر ہم نے اسے لوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے

فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝٦ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝٧ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝٨

توان کے لیے	اجر ہے	ختم نہ ہونے والا	پھر (اے انسان) کیا چیز	جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے تجھے	اس کے بعد	جزا کو؟	کیا نہیں ہے	اللہ	بڑا حاکم سب حاکموں سے؟

تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے پس اس کے بعد کون سی چیز تجھے جزا کے بارے میں جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟

اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ

الزَّيْتُوْنِ	زیتون کا تیل، زیت، زیتونی درخت، شاخِ زیتون (علامتِ امن)
طُوْرِ	طور پہاڑ، طورسیناء
الْبَلَدِ	بلاد، طولِ بلد، بلدیہ کمیٹی، بلادِ مغرب
الْاَمِيْنِ	امن، امین، امان دینا، امن کا داعی، امن پسند
خَلَقْنَا	خلق، خالق، مخلوق، خلائق، تخلیق کائنات
اَحْسَنِ	احسن انداز، حُسن، حسین، محسن کائنات، اسوۂ حسنہ

رَدَدْنٰهُ	ردّ کرنا، ردّی مال، تردید، مرتد، ردّوبدل کرنا
الصّٰلِحٰتِ	صالح، اعمال صالح، مصلحات، مصالح
اَجْرٌ	اجر، اُجرت، اَجیر، آخرت کا اَجر
يُكَذِّبُكَ	کذب، کذاب، تکذیب، کاذب، کذب وافتراء
الْحٰكِمِيْنَ	حاکم، حکمران، حکم، حکام، محکوم

مختصر گرائمر ولغت

خَلَقْنَا	جمع متکلم، ماضی معلوم، مصدر ’’خَلْقٌ‘‘ (پیدا کیا)
اَحْسَنِ	واحد مذکر، اسم تفضیل، مصدر ’’حُسْنٌ‘‘ (اچھا ہونا)
رَدَدْنٰهُ	جمع متکلم، ماضی معلوم، مصدر ’’رَدٌّ‘‘ (لوٹانا) آخر میں ’’ہٗ‘‘ ضمیر مفعول بہ ہے۔
اَسْفَلَ	واحد مذکر، اسم تفضیل، مصدر ’’سَفُوْلٌ‘‘ (پست ہونا، حقیر ہونا)
سٰفِلِيْنَ	جمع مذکر، اسم فاعل، مصدر ’’سَفُوْلٌ‘‘ (نیچے ہونا، حقیر ہونا)

اٰمَنُوْا	جمع مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ’’اِيْمَانٌ‘‘ (ایمان لانا)
عَمِلُوا	جمع مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ’’عَمَلٌ‘‘ (عمل کرنا)
مَمْنُوْنٍ	واحد مذکر، اسم مفعول، مصدر ’’مَنٌّ‘‘ (ختم کیا ہوا، کاٹا ہوا)
يُكَذِّبُكَ	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ’’تَكْذِيْبٌ‘‘ (جھٹلانا)
الْحٰكِمِيْنَ	جمع مذکر، اسم فاعل، مصدر ’’حُكْمٌ‘‘ (فیصلہ کرنا)

تفسیر وتشریح:

اس سورت کی ابتداء میں چار بابرکت اور بہت زیادہ منفعت والی چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے جومندرجہ ذیل ہیں:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١

اس کی تفسیر دو مشہور قول ہیں:

① اس سے حقیقی اور اصل معنی مراد ہے یعنی انجیر اور زیتون کا پھل اور درخت مراد ہے کیونکہ یہ انسان کی صحت کے لیے بہت مفید ہیں اس لیے انہیں خلقتِ انسان پر بطور شہادت ذکر کیا گیا ہے۔

② اس سے شام وفلسطین کا علاقہ مراد ہے جہاں انجیر وزیتون کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ علاقے بھی انبیاء علیہم السلام کے مسکن ومدفن اور توحید الٰہی کے مرکز رہے ہیں۔ جیسے طور سیناء اور مکہ تعلیماتِ الٰہی کے مرکز رہے ہیں۔

وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣

طور سرسبز پہاڑ کو کہتے ہیں اور سینین یا سَینَاء ایک مخصوص پہاڑ ہے جو مدین سے مصر جاتے وقت راستہ میں آتا ہے۔ اس پہاڑ کی ایک چوٹی کا نام طور ہے اور اسی پہاڑ کے دامن میں وادی کا نام ’’طویٰ‘‘ ہے جسے قرآن مجید میں وادی مقدس کہا گیا ہے۔ اس مقام پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

اور ’’الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ‘‘ سے مراد مکہ شہر ہے جسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے آباد کیا تھا اور جہاں سید الانبیاء محمد عربی ﷺ پیدا ہوئے اِسے بلد امین اس لیے کہا گیا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے دعا کی تھی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (البقرۃ:126)

’’اے میرے رب! اس کو امن والا شہر بنادے۔‘‘

چنانچہ مکہ شہر کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر امن وامان والا بنادیا کہ زمانہ جاہلیت میں بھی جب کسی کی عزت ومال اور خون محفوظ نہ تھا اس وقت بھی مکہ اَمن کا گہوارہ تھا اور آج بھی امن وامان کا ضامن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اسے احترام والا بنایا ہے، جیسے فرمایا:

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا (النمل : 91)

’’مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کی مالک حقیقی کی عبادت کروں جس نے اسے احترام والا بنایا۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ لاَ يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلاَ يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلاَ يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا (بخاری، حدیث:1587)

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو احترام والا بنایا ہے۔لہٰذا اس کے کانٹے دار پودے نہ کاٹے جائیں، اور اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ اس میں گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے سوائے اس کے جو اعلان وتشہیر کرے۔''

شرفِ انسان:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿۴﴾

چار قسمیں کھا کر یہ حقیقت بیان کی ہے کہ انسان کو شکل وصورت کے اعتبار سے، عقل وشعور کے اعتبار سے اور ظاہری وباطنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تمام مخلوق سے افضل واعلیٰ پیدا کیا ہے، جو شکل وصورت انسان کو عطا کی ہے وہ مخلوق میں سے کسی اور کو نہیں دی گئی، جو اعضاء انسان کو دیئے گئے ہیں وہ کسی اور کو نہیں عطا کیے گئے۔ زبان، آنکھ، کان اور دماغ دیگر حیوانات کو بھی عطا کیے گئے ہیں اور بعض حیوانات کے یہ اعضاء جم میں انسان کے اعضاء سے کئی گنا بڑے بھی ہیں لیکن جو حسن وصلاحیت انسانی اعضاء میں ہے وہ کسی دوسرے میں نہیں ہے۔ اور تمام مخلوق کے دل میں اس کی عزت واحترام رکھ دیا اور تمام کو اس کے تابع کر دیا۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو صحیح سمت میں چلائے تو یقیناً عروج کے ان درجات کو پالیتا ہے کہ نوری مخلوق بھی رشک کرتی ہے۔

عروج کے بعد زوال:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ﴿۵﴾

اگر انسان اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ حسن وکمال اور صلاحیتوں کو صحیح رخ پر چلانے کی بجائے نافرمانی اور بغاوت پر لگا دے تو یہ انسانیت کے درجہ سے گر کر حیوانیت میں شامل ہوجاتا ہے بلکہ حرص وطمع، خودغرضی، شہوت پرستی، ظلم اور قتل وغارت جیسی برائیاں اختیار کر کے حیوانات سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔ حتی کہ خالق ومالک کو بھی بھلا بیٹھتا ہے اور اس کی صفات واختیار، عاجز وناتواں مخلوق کو دیکر شرک جیسے جرم کا ارتکاب کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یقیناً یہ وہ اعمال ہیں جن کا وقوع کسی حیوان سے ممکن نہیں ہے تو اس طرح انسان، حیوانات کے درجہ سے بھی گر جاتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أُولٰٓئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ (الاعراف: 179)

''یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عکرمہ رحمہ اللہ سے اس کی تفسیر میں یہ بات بھی منقول ہے کہ اس سے مراد بڑھاپے کی خراب حالت کی طرف لوٹانا ہے۔

(تفسیر الطبری 30/308)

یعنی جوانی کا حسن، طاقت اور صلاحیتیں آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہیں۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ سب کچھ چھن جاتا ہے۔

احسن تقویم پر کاربند رہنے کا صلہ:

إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۶﴾

البتہ اہل ایمان اور صالح اعمال کرنے والے انسان احسن تقویم کے تقاضے پورے کرتے ہیں وہ حالات کی رو میں بہہ نہیں جاتے اور کٹھن حالات میں انسانیت کے دائرے سے باہر نہیں ہوجاتے بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر عمل کر کے ایسے اجر کے مستحق بن جاتے ہیں جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

دوسری تفسیر کے مطابق مطلب یہ ہوگا کہ ایمان اور اعمال صالحہ والے لوگ بڑھاپے کی عمر میں کمزوری وبیماری کی وجہ سے اعمال نہ کرسکیں تو تب بھی ان کے اجر وثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا مَرِضَ العَبْدُ، أَوْ سَافَرَ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا (بخاری، الجهاد، حدیث: 2996)

''جب بندہ بیمار یا مسافر ہو تو اس کے لیے اجر وثواب اسی طرح لکھا جاتا ہے جو مقیم اور صحت کی حالت میں کرتا تھا۔''

جزا کی تکذیب کیسے؟

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ﴿۷﴾

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس قدر قیمتی انعامات سے نوازا ہے جن کو ریاضی وحساب کے اعداد بھی شمار نہیں کر سکتے۔ اگر انسان اپنے جسم کی ساخت پر غور کرے تو عقل ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔ اور یہ انعامات وہ جب چاہے واپس بھی لے سکتا ہے اور انسان میں انکار کی مجال بھی نہیں ہے تو اس قدر شواہد دیکھ کر بھی انسان کو کونسی چیز روزِ جزا کو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ جس نے ایک حقیر قطرہ سے جیتا جاگتا، عقل وشعور والا انسان بنا دیا، کیا وہ دوبارہ اٹھانے اور حساب وکتاب لینے پر قادر نہیں ہے؟

سب سے بڑا حاکم اللہ ہے

سب سے بڑا حاکم وبادشاہ اللہ ہے۔ جس کی بادشاہت ازل سے ابد تک ہے اور جس کا عدل کل کائنات پر ہمہ وقت جاری وساری ہے۔ اس کے عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ وہ ایسا دِن لائے جس میں صالح زندگی بسر کرنے والوں کو انعامات سے نوازا جائے اور مجرمین کو سزا دی جائے اور وہ دِن قیامت کا مقرر ہے جس میں ذرہ بھر خیر وشر کے فیصلے ہوجائیں گے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

''پس جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔'' (الزلزال: 7-8)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی یہ سورت پڑھے اور ''أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸﴾'' پر پہنچے تو یہ کہے: ''بَلَى وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ'' (کیوں نہیں! اور میں اس بات پر شہادت دینے والوں میں سے ہوں)۔'' (جامع الترمذی، حدیث:3347)

مگر اس کی سند میں ضعف ہے کیونکہ امام ترمذی نے خود اس پر جرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اعرابی نے یہ روایت بیان کی ہے جس کا نام ہی معلوم نہیں ہے۔

سُوْرَةُ الْعَلَق

تعارف

سورت کا تعارف

①اس سورت کا نام دوسری آیت کے لفظ ''اَلْعَلَق'' سے رکھا گیا ہے۔ یہ سورت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے اس لیے اسے ''مکی'' سورت کہا جاتا ہے۔

②اس سورت میں ایک رکوع، 19 آیات، 72 کلمات، اور 290 حروف ہیں۔

③قرآنی ترتیب میں اس سورت کا نمبر 96 اور نزول نمبر 1 ہے۔

④**ربط:** گزشتہ ''سورۃ التین'' میں بیان کیا گیا تھا کہ انسان کی تخلیق تمام کائنات سے افضل کی گئی ہے تو اس سورت میں انسان کی تخلیق کی ابتداء کا ذکر کیا گیا ہے کہ علَق (جمے ہوئے خون) سے پیدا کیا گیا ہے۔ سبق یہ دیا ہے کہ انسان میں کمال اس کی اپنی ذات میں نہیں ہے، اس کی ذلت حقیر چیز سے تیار شدہ ہے بلکہ تمام کمالات عطائے الٰہی اور ان تعلیمات الٰہی کی وجہ سے ہیں جس کی ابتداء (اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱) سے ہوئی ہے۔
گزشتہ سورت میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو مسخ کر کے ذلت و رسوائی میں واقع ہونے کا ذکر تھا تو اس سورت میں انسانیت کو مسخ کر دینے والے قریشی سرداروں کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالت نماز میں بھی گستاخانہ رویہ سے باز نہیں آتے تھے۔

⑤**خلاصۂ سورت:** اس سورت کی ابتداء میں اس علم کے حصول کی ترغیب دلائی گئی ہے جو معرفتِ الٰہی کا ذریعہ بنے اور انسان کی تخلیق کی ابتداء کا ذکر کیا ہے کہ دولت و جوانی میں مست ہو کر نخوت و تکبر میں نہ آنا بلکہ اپنی اصلیت کی طرف نظر رہے۔ پھر ابوجہل اور اس جیسے بدخصلت منکرین کی مذمت اور زجر و توبیخ کی ہے

آیات کا لفظی و بامحاورہ ترجمہ

اٰیاتھا ۱۹ | ۹۶ سُوْرَۃُ الْعَلَقِ مَکِّیَّۃٌ ۱ | رکوعھا ۱ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِیْ عَلَّمَ

آپ پڑھیے	اپنے رب کے نام سے	وہ جس نے	پیدا کیا	اس نے پیدا کیا انسان کو	جمے ہوئے خون سے	پڑھیے	اور آپ کا رب بڑا کریم ہے	جس نے	(علم) سکھایا

اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا

بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝۵ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ۝۷ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ

قلم کے ذریعے سے	اس نے سکھایا انسان کو	جو کچھ نہیں وہ جانتا تھا	ہرگز نہیں	بلاشبہ انسان	البتہ سرکشی کرتا ہے	(اسلیے) کہ	وہ دیکھتا ہے اپنے آپ کو	بے پروا	بلاشبہ	تیرے رب کی طرف

اس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ہرگز نہیں، بے شک انسان یقیناً حد سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہو گیا۔ یقیناً تیرے رب ہی کی طرف

الرُّجْعٰی ۝۸ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ۝۱۰ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ۝۱۱ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ۝۱۲

واپس ہے	کیا دیکھا تو نے	اس کو جو	روکتا ہے	ایک بندے کو	جب وہ نماز پڑھتا ہے	کیا دیکھا تو نے	اگر	ہو وہ (نمازی)	ہدایت پر	یا وہ حکم دیتا ہو	تقویٰ کا

لوٹنا ہے۔ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ کیا تو نے دیکھا اگر وہ ہدایت پر ہو۔ یا اس نے پرہیزگاری کا حکم دیا ہو۔

اَرَءَیۡتَ اِنۡ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ﴿۱۳﴾ؕ اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ﴿۱۴﴾ؕ کَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ ۬ۙ لَنَسۡفَعًۢا بِالنَّاصِیَۃِ ﴿۱۵﴾ۙ

کیا دیکھا تو نے	اگر اس نے جھٹلایا	اور پیٹھ پھیری؟	کیا نہیں	جانا اس نے	یہ کہ بلاشبہ اللہ	(اسے) دیکھ رہا ہے	ہرگز نہیں!	البتہ اگر	نہ رکا وہ	تو ہم ضرور گھسیٹیں گے (اسے)	پیشانی کے بالوں سے (پکڑ کر)

کیا تو نے دیکھا اگر اس (منع کرنے والے) نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ تو کیا اس نے یہ نہ جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں! یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اسے پیشانی سے گھسیٹیں گے

نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ خَاطِئَۃٍ ﴿۱۶﴾ۚ فَلۡیَدۡعُ نَادِیَہٗ ﴿۱۷﴾ۙ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ ﴿۱۸﴾ۙ کَلَّا ؕ لَا تُطِعۡہُ وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ ﴿۱۹﴾ؑ السجدۃ

پیشانی	جھوٹی	خطا کار	چنانچہ چاہیے کہ وہ بلائے	اپنی مجلس کو	عنقریب ہم بھی بلائیں گے	عذاب کے فرشتوں کو	ہرگز نہیں!	نہ آپ اطاعت کریں اسکی	اور سجدہ کیجیے	اور (اللہ کا) قرب حاصل کیجیے

پیشانی کے ان بالوں کے ساتھ جو جھوٹے خطا کار ہیں۔ پس وہ اپنی مجلس بلائے ہم عنقریب جہنم کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ ہرگز نہیں، اس کا کہنا مت مان اور سجدہ کر اور بہت قریب ہوجا

اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ

اِقۡرَاۡ	قراءت، قاری، قارئین، قرآن
بِاسۡمِ	اسم گرامی، اسمائے حسنیٰ، اسم وفعل، مسمّٰی، مسماۃ
الۡاَکۡرَمُ	اکرم، اکرام، تکریم، کرم، مکرم
عَلَّمَ	علم، تعلیم، معلم، معلمات، علوم، معلومات
بِالۡقَلَمِ	قلم ودوات، اقلام، قلمی دوستی، قلمی نسخہ، قلم کار
لَیَطۡغٰۤی	طغیان، طغیانی، طاغوت، طواغیت، طاغوتی طاقتیں
اسۡتَغۡنٰی	غنی، اغنیاء، مستغنی
الرُّجۡعٰی	رجوع، راجع، رجعت، مرجع، مراجعت
یَنۡھٰی	نہی، منہیات، امر بالمعروف ونہی عن المنکر
صَلّٰی	صلوٰۃ الفجر، صلوۃ الجمعہ، صلوۃ العید، صوم وصلوات کا پابند

الۡھُدٰۤی	ہدایت، ہادی، مہدی، کتاب ھدی، ہدایات
اَمَرَ	امر، اوامر، امراء، آمریت، مامور
بِالتَّقۡوٰی	تقوی، متقی، متقین
اَرَءَیۡتَ	رؤیت ہلال کمیٹی، رؤیت خواب، مرئی وغیر مرئی اشیاء
کَذَّبَ	کذب، کاذب، تکذیب، کذاب
یَنۡتَہِ	انتہا، منتہی طالب علم، منتہائے نظر
خَاطِئَۃٍ	خطا کار، خطائیں، خطا پوش، خطابین
فَلۡیَدۡعُ	دعا، دعوت، داعی، مدعو، مدعوین
تُطِعۡہُ	اطاعت، اطاعت گزار، مطیع، مطاع
اقۡتَرِبۡ	قرب، قربِ الٰہی، قرابت، قریب، مقرب، اقرباء

مختصر گرائمر ولغت

اِقۡرَاۡ	واحد مذکر غائب، امر معلوم، مصدر ''قِرَاءَۃٌ'' (پڑھنا)
خَلَقَ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''خَلۡقٌ'' (پیدا کرنا)
عَلَّمَ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''تَعۡلِیۡمٌ'' (سکھلانا)
لَیَطۡغٰۤی	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''طُغۡیَانٌ'' (سرکشی کرنا) شروع میں لام تاکید ہے۔
اسۡتَغۡنٰی	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''اِسۡتِغۡنَاءٌ'' (بے نیاز ہونا)
اَرَءَیۡتَ	واحد مذکر حاضر، ماضی معلوم، مصدر ''رُؤۡیَۃٌ'' (دیکھنا)

یَنۡھٰی	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''نَھۡیٌ'' (روکنا)
لَمۡ یَعۡلَمۡ	واحد مذکر غائب، مضارع جحد معلوم، مصدر ''عِلۡمٌ'' (جاننا)
لَنَسۡفَعًا	جمع متکلم، مضارع بالنون التاکید، مصدر ''سَفۡعٌ'' (گھسیٹنا)
فَلۡیَدۡعُ	واحد مذکر غائب، امر معلوم، مصدر ''دُعَاءٌ'' (بلانا)
لَا تُطِعۡہُ	واحد مذکر حاضر، نہی معلوم، مصدر ''اِطَاعَۃٌ'' (اطاعت کرنا) آخر میں ''ہُ'' ضمیر مفعول ہے۔
اُسۡجُدۡ	واحد مذکر حاضر، امر معلوم، مصدر ''سَجۡدٌ'' (سجدہ کرنا)

تفسیر وتشریح:

سب سے پہلی وحی:

جمہور سلف وخلف اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئی ہیں۔جن حضرات نے سورۃ المدثر کا پہلے نازل ہونا فرمایا ہے اس کا مطلب ہے کہ فترتِ وحی (وحی کا وقفہ) کے بعد سب سے پہلے سورۃ المدثر کی آیات نازل ہوئی ہیں۔

چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا، آپ خواب میں جو کچھ دیکھتے تھے وہ دِن کے وقت صبح کی روشنی کی طرح سچا ثابت ہوتا تھا، پھر آپ کو تنہائی محبوب ہوگئی اور آپ نے غارِ حرا میں علیحدگی اختیار کرلی اور کئی کئی دن اور رات وہاں عبادت، یادِ الٰہی اور ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے۔جب کھانے وپینے کا سامان ختم ہوجاتا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے اور سامان لے کر دوبارہ وہاں چلے جاتے، یہی طریقہ جاری رہا، یہاں تک کہ حق آپ ﷺ کے پاس آگیا اور آپ غارِ حرا ہی میں تھے کہ اچانک جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

اے محمد (ﷺ) پڑھو! آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، جبریل علیہ السلام نے آپ کو پکڑ کر اس قدر زور سے بھینچا کہ آپ کو مشقت محسوس ہوئی۔پھر انہوں نے چھوڑ کر کہا: پڑھو! آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔فرشتے نے پھر آپ کو زور سے بھینچا یہاں تک کہ آپ کو سخت مشقت محسوس ہوئی، فرشتے نے پھر چھوڑ کر کہا: پڑھو! آپ ﷺ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔فرشتے نے پھر تیسری مرتبہ زور سے دبایا اور فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥

سیدنا جبریل علیہ السلام سے یہ آیات سن کر آپ واپس آئے اور آپ کا دِل کانپ رہا تھا۔آپ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: مجھے چادر اوڑھادو، مجھے چادر اوڑھادو، چنانچہ انہوں نے آپ کو چادر اوڑھادی۔جب آپ کا خوف جاتا رہا تو آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تمام واقعہ سنایا۔اور فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ

’’ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رنجیدہ نہیں کرے گا۔آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بوجھ میں دبے ہوئے لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کو کما کر دیتے ہیں، مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور حق کے سلسلے میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہیں۔‘‘ (بخاری، بدء الوحی، حدیث:3)

علم کی اہمیت:

رسول مقبول ﷺ پر سب سے پہلی وحی کا آغاز لفظ ’’اِقْرَاْ‘‘ سے ہوا ہے۔اس سے علم کی ضرورت واہمیت عیاں ہے کہ پہلا حکم پڑھنے کا ہے۔اور سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی فرشتوں پر مقام حاصل کرنے کا سبب علم ہی تھا۔حقیقت یہ ہے کہ انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت حاصل کرنے کا بڑا سبب علم ہے۔

اور لفظ ’’بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١‘‘ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان کا شرف ومقام اس علم کے حاصل کرنے سے ہے جس سے خالق کی معرفت وپہچان ہو۔یعنی وحی کے ذریعے ملنے والا علم مراد ہے۔

انسان کی تخلیق:

پہلی آیت میں لفظ ’’خَلَقَ‘‘ کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا تاکہ اس میں عموم رہے۔یعنی جس ذات نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔اور دوسری آیت خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ میں اشرف المخلوقات انسان کی تخلیق کا ذکر فرمایا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کل کائنات کا مقصود اور خلاصہ انسان ہے۔اور دنیا کا وسیع وعریض نظام انسان کی خدمت کے لیے بنایا ہے۔اور ساتھ انسان کی تخلیق جس مادہ سے ہوئی اس کا بھی ذکر کردیا تاکہ یہ غرور وتکبر میں مبتلا نہ ہوجائے بلکہ پیدائش کی اصلیت سامنے رہے۔اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ جس ذات نے ایک حقیر نطفہ سے عقل وشعور والا انسان پیدا کردیا ہے وہ اسے موت دینے کے بعد دوبارہ اٹھانے اور حساب وکتاب لینے پر بھی قادر ہے۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣

اِقْرَاْ کا لفظ تکرار سے لایا گیا ہے۔ہوسکتا ہے کہ پہلے ’’اِقْرَاْ‘‘ کی تاکید ہو کیونکہ جبریل علیہ السلام کو دیکھ کر آپ ﷺ پر گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی تو اس گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے کہا گیا کہ اس ذات کی طرف سے پڑھنے کا حکم آیا ہے جو بہت زیادہ کرم کرنے والی ہے، اس کے کرم کا نتیجہ ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی زندگی کی بقا کے وہ تمام اسباب مہیا کردیئے جو اس کی تکمیل کے لیے ضروری تھے، پھر ان اسباب سے کام لینے اور انہیں استعمال کرنے کے طریقے بھی فطرت میں رکھ دیئے ہیں۔

پھر دیگر مخلوق سے ممتاز فضیلت یہ بھی دی کہ انسان میں علم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھ دی ہے۔علم حاصل کرنے کی عموماً دو صورتیں ہیں: ایک زبانی اور دوسرا قلم کے ذریعے۔

سورت کے ابتداء میں زبانی تعلیم کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد قلمی تعلیم کا۔یقیناً علم حاصل کرنے کا مضبوط ترین طریقہ قلم ہے کیونکہ زبان اور ذہن کا علم انسان کی موت کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے جبکہ قلم کا علم ہمیشہ محفوظ رہتا ہے۔اسی قلم کے ذریعہ اسلاف کی معلومات، تجربات اور تاریخ محفوظ ہوئی ہے۔اور اس ذریعہ سے آسمانی کتب کی تعلیم آئندہ امتوں کی طرف منتقل ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی تمام مخلوق سے پہلے قلم کو پیدا

فرمایا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ، فَجَرَى بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الأَبَدِ(سنن الترمذی، حدیث:3319)

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس کو کہا: لکھ دو، تو اس نے جو ہمیشہ تک ہونے والا تھا وہ سب لکھ دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف ذرائع سے وہ علم سکھلایا ہے جسے وہ پہلے نہ جانتا تھا، جیسے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا ذہن وشعور دیا جو علم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ علم کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد وحی اور الہام کے ذریعے بہت سی چیزوں کا علم دیا ہے اور کچھ چیزوں کا علم انسان کو خود تجربات سے حاصل ہوجاتا ہے۔ الغرض پیدائش کے وقت انسان بالکل لاعلم ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ علم میں کمال حاصل کرلیتا ہے، پھر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ تمام علوم وفنون ذہول ہوجاتے ہیں اور بچوں والی حالت طاری ہوجاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان قدرت الٰہی کے سامنے بے بس ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی جسمانی وعلمی حالت کو زوال آجاتا ہے۔ اس لیے ہر انسان کو اپنے انجام پر نظر رکھنی چاہیے اور ہمہ وقت اپنی عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی مدنظر رہنی چاہیے۔

انسانی کمزوری:

كَلَّآ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَيَطْغَىٰٓ ۝٦ أَن رَّءَاهُ ٱسْتَغْنَىٰٓ ۝٧ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلرُّجْعَىٰٓ ۝٨

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی ایک عمومی کمزوری کا تذکرہ فرمایا ہے کہ جب تک انسان دوسروں کا محتاج رہتا ہے تو اس کی عقل کا زاویہ سیدھا رہتا ہے۔ اور مال ودولت وافر مقدار میں جمع ہوجائے اور اس کو یہ گمان ہوجائے کہ مجھے دوسروں کی محتاجی نہیں ہے تو اس کے نفس میں سرکشی وبغاوت انگڑائیاں لینے لگتی ہے۔ ایسے لوگ اپنی دولت وحلقہ احباب کی وجہ سے ہر جائز وناجائز کام کرگزرتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کے ایسے خوشحال چودھریوں میں ایک ابوجہل بھی تھا جس کو اپنی سیادت وقیادت پر بڑا گھمنڈ تھا، اس گھمنڈ میں رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی باز نہ آتا تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل آیا اور کہنے لگا: کیا میں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا؟ یہ بات اس نے تین مرتبہ کہی۔ نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اسے ڈانٹا۔ اس پر ابوجہل کہنے لگا: تم جانتے ہو اس شہر میں مجلس کے ساتھی مجھ سے زیادہ کسی کے نہیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ ۝١٧ سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ ۝١٨ (جامع الترمذی، حدیث:3349)

نماز سے روکنے والا انتہائی بدبخت ہوتا ہے

أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يَنْهَىٰ ۝٩ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ ۝١٠ أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى ٱلْهُدَىٰٓ ۝١١ أَوْ أَمَرَ بِٱلتَّقْوَىٰٓ ۝١٢ أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ ۝١٣ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ ٱللَّهَ يَرَىٰ ۝١٤

جب رسول اللہ ﷺ تقرب الٰہی کے لیے نماز پڑھتے تو ابوجہل دیکھ کر سیخ پا ہوجاتا اور آپ کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتا کہ اگر آئندہ اس طرح پڑھیں گے اور سجدہ کریں گے تو میں پاؤں کے ساتھ تیری گردن کچل دوں گا (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے اس بُرے رویے پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس بندے کو یہ نماز پڑھنے سے روک رہا ہے، اگر وہ بندہ ہدایت کے راستے کو اختیار کیے ہوئے ہے یا وہ نیکی وتقویٰ کے کاموں کا حکم دیتا ہے، تو بھلا یہ بھی کوئی جرم ہے جس سے وہ بدبخت روک رہا ہے؟ کیا ایسے خیرخواہ انسان سے یہ سلوک کرنا چاہیے؟

اگر یہ بدفطرت انسان ابوجہل اپنی اس روش سے باز نہیں آئے گا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے وہ اچھی طرح اس سے بدلہ لے گا۔ مذکورہ آیات کا سبب نزول اگرچہ خاص ہے لیکن حکم عام ہے کہ جو بھی نماز جیسی اہم عبادت، دیگر عبادات الٰہی اور تعلیمات الٰہی سے روکے، مساجد ومدارس جن میں عبادات کا فریضہ ادا کیا جاتا ہے اُن پر پابندی عائد کرے اور مساجد ومدارس کا نظام چلانے والوں پر ناحق زیادتی کرے گا وہ اپنے بُرے انجام سے بچ نہ سکے گا، اگر دنیا میں نہیں تو آخرت کونسی دور ہے۔ وہاں اس کی دولت وعہدہ اور پارٹی کام نہ آئے گی جیسے ابوجہل کو یہ چیزیں اس کے بُرے انجام سے بچا نہ سکیں۔

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِٱلنَّاصِيَةِ ۝١٥ نَاصِيَةٍ كَٰذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝١٦ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ ۝١٧ سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ ۝١٨

ان آیات کی تفسیر سے قبل چند کلمات کا لغوی حل جاننا ضروری ہے:

لَّمْ يَنتَهِ اصل میں يَنْتَهِي تھا۔ حرف جزم "لَمْ" کی وجہ سے آخر سے حرف یاء گرگئی ہے۔ لَنَسْفَعًا اصل میں "لَنَسْفَعَنْ" ہے جس کا معنی ہے زور سے گھسیٹنا۔ تو نون تاکید خفیفہ کو الف کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ اور اس میں مصحفِ عثمانی کی پیروی کی گئی ہے جیسے "وَلَيَكُونًا مِّنَ ٱلصَّٰغِرِينَ" میں ہے۔

ٱلنَّاصِيَةِ سر کے اگلے حصے (پیشانی کے قریب) بالوں کو کہتے ہیں۔

نَادِيَهُۥ سے مراد لوگوں سے بھری ہوئی مجلس۔

ٱلزَّبَانِيَةَ یہ "زِبْنِيَةٌ" کی جمع ہے اس سے مراد دھکے دیکر نکال دینے والے سپاہی۔ اس جگہ جہنم کے فرشتے مراد ہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کافی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ابوجہل نے کہا: کیا محمد (ﷺ) تمہارے ہوتے ہوئے اپنا چہرہ زمین پر رکھتا ہے؟ کہا گیا: ہاں۔ تو ابوجہل نے کہا: مجھے لات اور عزی کی قسم! اگر میں نے اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس کی گردن روند ڈالوں گا، یا اس کے چہرے کو مٹی سے لت پت کردوں گا۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو وہ آپ کی طرف آیا۔ اس کا ارادہ آپ کی گردن کو روندنے کا تھا، اچانک لوگوں نے دیکھا کہ وہ ایڑیوں پر واپس پلٹ رہا ہے اور دونوں ہاتھوں کے ساتھ کسی چیز سے بچ رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا: تجھے کیا

ہوا؟ اس نے کہا:

إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهَوْلًا وَأَجْنِحَةً

''میرے اور اس کے درمیان آگ کی خندق، ہولناک منظر اور بہت سارے پر تھے۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ دَنَا مِنِّي لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا

''اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دیتے۔'' (مسلم، صفات المنافقین، حدیث: 2797)

كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ﴿١٩﴾

اس آیت کریمہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ شیطان کے پیروکار اگر عبادات الٰہی سے روکنے کی کوشش کریں تو رحمان کے پیروکاروں کو اس نجات والے کام سے ہرگز نہیں رکنا چاہیے، بلکہ انہیں حالات کی تنگی و ترشی کو برداشت کر کے استقامت سے عبادات الٰہی میں سرگرم رہنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ، وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ

''اللہ کے سب سے زیادہ قریب بندہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہو، تو تم (سجدے میں) دعا خوب کیا کرو۔'' (مسلم، الصلاۃ، حدیث: 782)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر سجدہ کرتے تھے۔ (مسلم، المساجد، حدیث: 578)

سجدۂ تلاوت کی دعا:

سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ، وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

''سجدہ کیا میرے چہرے نے اس ذات کو جس نے اسے پیدا کیا اور اس نے اس کے کان اور آنکھ اپنی قوت اور طاقت سے پیدا کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے جو بہترین خالق ہے۔'' (جامع الترمذی، حدیث: 3425 امام حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ کے الفاظ کا اضافہ امام حاکم نے بیان کیا ہے، حدیث: 802)

پرچہ فہم قرآن کورس

وقت 20 جنوری 2019ء تک | کل نمبر: 100 | پاس مارکس: 40

ملاحظہ: تمام سوالات حل کریں، تمام کے نشانات مساوی ہیں

سوال نمبر ۱۔ سورۃ التین کا ماقبل سورت سے ربط بیان کریں اور کلمات کی تعداد لکھیں۔

سوال نمبر ۲۔ سورۃ العلق کا خلاصہ تحریر کریں اور قرآنی ترتیب و نزول نمبر تحریر کریں۔

سوال نمبر ۳۔ سورۃ التین کی آیت نمبر 4، 5 کی تفسیر لکھیں۔

سوال نمبر ۴۔ سب سے پہلی وحی کے نزول کے وقت آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کونسے اوصاف بیان کیے تھے، مع ترجمہ تحریر کریں۔

سوال نمبر ۵۔ سجدۂ تلاوت کی دعا مع ترجمہ و حوالہ درج کریں۔

سوال نمبر ۶۔ سورت العلق کی آیت 15 تا 19 کا لفظی ترجمہ تحریر کریں۔

سوال نمبر ۷۔ مندرجہ ذیل کلمات کا اردو میں استعمال لکھیں۔ لَيَطْغَى، خَاطِئَة، اِقْتَرِبْ، رَدَدْنَاهُ، الْبَلَد

سوال نمبر ۸۔ مندرجہ ذیل صیغے حل کریں۔ عَمِلُوا، مَمْنُون، عَلَّمَ، لَا تُطِعْهُ، اُسْجُدْ

سوال نمبر ۹۔ مندرجہ ذیل مشکل الفاظ کے معانی لکھیں۔ لَنَسْفَعاً، اِسْتَغْنَى، يُكَذِّبُكَ، نَادِيَه، الزَّبَانِيَه

سوال نمبر ۱۰۔ فہم قرآن کورس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اور اس کو آئندہ جاری رکھنے کے بارے میں کیا آپ کا تجاویز دیں گے؟ کرنے کے بعد آسانی حاصل ہوئی ہو۔

نوٹ: سمسٹر کے حساب سے یہ آخری سبق ہے، تاہم مجلہ میں یہ سلسلہ عمّ پارہ کے اختتام تک جاری رہے گا ان شاء اللہ